مولانا حذیفہ وستانوی *

مدارس میں علمی زوال کے اسباب اور حل

اللہ رب العزت کا ہم جتنا شکر ادا کریں کم ہے، اس لیے کہ اس رب کریم نے ہمیں محض اپنی فضل و کرم اور اپنی خصوصی عنایتوں سے اپنے دین متین کی آبیاری کے لیے منتخب کیا، حالاں کہ اللہ رب العزت تو سراپا بے نیاز اور غنی ہے، اس کو کسی کی حاجت وضرورت نہیں، اگر وہ چاہے تو بغیر کسی سبب کے بھی اپنی دین کی حفاظت کرسکتا ہے، مگر دنیا کے دار الاسباب ہونے کی وجہ سے اللہ نے بھی دین کی حفاظت کے لیے اسباب مہیا کئے۔ اس کا کوئی یہ مطلب ہرگز نہ نکالے کہ اللہ اسباب کے اختیار کرنے کا (العیاذ باللہ) مکلف ہے کیوں کہ اگر وہ چاہے تو بغیر اسباب و وسائل کے بھی دار الاسباب ہونے کے باوجود اپنی مشیت کو نافذ کردے، جس کی ہزاروں امثلہ، صفحات تاریخ پر موجود ہے، ہاں البتہ بندے کے لیے اسباب کا اختیار کرنا ضروری ہے، اس کو تو اس کے بغیر چارۂ کار نہیں لہٰذا اگر خدا نا خواستہ ہم دین متین کی حفاظت نہ بھی کریں تب بھی اللہ کے دین پر کوئی آنچ آنے والی نہیں ہے، ہمیں اپنے آپ کو خوش قسمت گردانا چاہیے کہ بغیر کسی مطالبہ کے رب ذوالجلال والاکرام نے ہمیں دین کی حفاظت کے لیے منتخب کیا؛ اب اگر ہم نے اس کی قدر نہیں کی تو یا تو اللہ رب العزت ہمیں ختم کر کے دوسری نسل یا قوم سے اپنے دین کی حفاظت کا عظیم کام لے لے گا اور اگر وہ چاہے تو بغیر کسی کے تعاون اور بغیر کسی سبب کے خود ہی اپنے دین کی حفاظت کریگا۔ اللہ ہمیں صحیح طور پر حصول علم کے لیے محنت اور اس پر اخلاص کیساتھ عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

جیسا کہ بیان کیا گیا کہ یہ دنیا دار الاسباب ہے اور بندہ اسباب کو اختیار کرنے کا مکلف ہے، جب ذات باری تعالیٰ عدم احتیاج کے باوجود بندوں کی تعلیم کے لیے اسباب اختیار کرتے ہیں تو بندہ تو بدرجۂ اولیٰ اس بات کا مجاز ہے کہ وہ کسی بھی قسم کی ترقی یا تنزلی کے اسباب کو معلوم کرے اور ترقی کے اسباب اختیار کر کے اپنی فطرت کو تسکین دے اور تنزلی کے اسباب سے اجتناب برتے۔ تو آیئے! اب ہم انحطاط علمی کے

---

* جامعہ اکل کوا، ہندوستان

اسباب کو معلوم کریں اور ان اسباب سے اجتناب کی بھرپور کوشش کریں، کیوں کہ بندے کے بس میں یہی ہے کہ وہ اسباب ترقی کو معلوم کرے اور اسے اپنائے اور اسباب تنزلی کو معلوم کر کے اس سے اجتناب کرے۔
اللہ ہمیں اس کی توفیق مرحمت فرمائے اور قدم قدم پر ہماری نصرت اور تائید کرے۔ آمین یا رب العالمین!

علمی استعداد پیدا نہ ہونے کے اسباب:

(۱) نیت میں اخلاص کا فقدان (۲) علم کی حقیقت، مقصد، ہدف مصدر اور تقسیم سے ناواقفیت (۳) علم کے مطابق عمل کا نہ ہونا (۴) جہد مسلسل کی ناپیدگی (۵) ادب کا فقدان (۶) سنن مستحبات اور فرائض سے اعراض (۷) وقت کو صحیح استعمال میں نہ لانا (۸) اخلاق حمیدہ سے فرار (۹) صحیح توجہ اور طلب کا فقدان (۱۰) ادائیگی حقوق سے صرف نظر (۱۱) مطالعہ کی قلت (۱۲) کھیل کود سے دلچسپی (۱۳) موبائل میں انہماک (۱۴) اساتذہ کی غیبت (۱۵) فسادانہ ذہنیت (۱۶) بازاروں کے طواف (۱۷) بروں کی صحبت (۱۸) متکبرانہ اور عناد پسند ذہنیت (۱۹) انتظامیہ سے بے جا گلہ (۲۰) سہولت پسندی (۲۱) ذہنی و جسمانی صحت کا خیال نہ رکھنا۔ (۲۲) زیب و زینت کی عادت۔

(۱) **نیت میں اخلاص کا فقدان:** کسی بھی عمل میں ترقی اور قبولیت کے لیے نیت کا درست ہونا بہت ضروری ہے۔ اسی لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إنما الأعمال بالنيات (اعمال کا دارومدار نیت پر ہے) یعنی اگر کسی بھی عمل میں نیت صحیح ہوگی تو ثواب ملے گا اور ترقی ہوگی اور اگر نیت درست نہ ہوگی تو نہ ثواب حاصل ہوگا اور نہ ترقی۔ لہٰذا ہمارے طلبہ اور ان کے والدین کو حصول علم کے وقت رضائے الٰہی کی نیت کرنی چاہیے۔ حضرت مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طلب علم کے واقعہ کو بیان کیا جس میں خاص طور پر ان کے والد محترم کی نیت کو بیان کیا ہے کہ گویا ان کی علمی قابلیت کے پیچھے ان کے والد صاحب کی نیت کو بڑا دخل تھا، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ مگر افسوس کے آج نہ پڑھنے میں دل لگتا ہے، نہ صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ نیت کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔

(۲) **علم کے مالہ وماعلیہ سے ناواقفیت:** علم یہ جہل کی ضد ہے۔ علم کی لغوی تعریف: ''ادارک الشیءعلی ما ہو علیہ إدرا کا جازما'' (کتاب العلم) یعنی کسی چیز کی حقیقت کا یقین کے ساتھ ادراک کرنا اور جاننا۔ اور بعض نے کہا: ''الصورة الحاصلة في الذہن'' ذہن میں سمانے والی کوئی بھی صورت۔

اقسام علم: محمد بن صالح سلمی اپنی مایہ ناز تصنیف لطیف ' منهج كتابة التاريخ الاسلامی میں تحریر فرماتے ہیں: علم کے معنی عام کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں: علم نظری و علم عملی۔

علم نظری کہتے ہیں: صرف اشیاء کے ظاہر کے جاننے کو جیسے موجودات عالم کا علم۔

علم عملی کہتے ہیں: وہ علم جس پر عمل کرنا ضروری ہو۔ اگر عمل ہو تو ہی مکمل ہوتا ہے جیسے عبادات کا علم، شریعت کا علم۔

علم کی ایک اور تقسیم: علم شرعی اور علم غیر شرعی۔

علم شرعی: شریعت مطہرہ کو جاننے کا کہا جاتا ہے۔

علم غیر شرعی: شریعت کے علاوہ دیگر چیزوں کی معلومات کو کہا جاتا ہے۔

علم شرعی کی تقسیم: علم شرعی کی حکم کے اعتبار سے دو قسمیں: ''فرض علی الکفایہ'' اور ''علم شرعی فرض عین''۔

''علم شرعی فرض عین'' تو کہا جاتا ہے، اس علم کو جس کا جاننا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔

سب سے پہلے عقائد کا علم یعنی اللہ رسول، ملائکہ، جنت، جہنم، قیامت، حشر ونشر، میزان، صراط، حوض کوثر، شفاعت، تقدیر، قرآن سے متعلق بنیادی اور اساسی معلومات جس سے آج امت کا بہت بڑا طبقہ نا واقف ہے، جس کی وجہ سے بے دینی اور اباحیت پسندی، فیشن پرستی، فحاشی، مداہنت، سیکولرزم، بدعات وخرافات، مغربی کلچر اور دیگر غیر اسلامی کلچر کے دلدل میں پھنسا چلا جا رہا ہے۔ اللہ سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور ہم سب کو محفوظ رکھے۔

اسی طرح عبادات مفروضہ کا علم۔ مثلاً نماز و روزہ کے فرائض، واجبات، سنتیں مستحبات، مکروہات، مفسدات وغیرہ۔ اگر مالدار ہے تو زکوۃ اور حج کے ضروری مسائل اگر تاجر ہے تو اسلام کا طریقۂ تجارت اور لین دین کے مسائل۔ اگر ملازم اور مزدور ہے تو کرایہ کے مسائل۔ اگر طالب علم ہے تو طلب علم کے مسائل وغیرہ؛ یہ تو ہوا وہ علم جو فرض عین ہے۔

''فرضِ کفایہ'' یعنی مسافت سفر کے برابر علاقہ میں اس علاقہ کے ایک آدمی کا ابواب شریعت سے متعلق تمام ضروری اور اہم مسائل کا جاننا ضروری ہے؛ ورنہ پورے علاقہ کے مسلمان گنہگار ہوں گے۔ آج دنیا میں کتنے ایسے خطے ہیں جہاں دور دور تک کسی مسائل بتانے والا کا کوئی اتا پتا نہیں۔

یہ بات ہمیشہ ملحوظ رہے کہ قرآن وحدیث میں جس علم کی فضیلت بار بار آئی ہے، وہ علم شرعی ہے؛

جیسا کہ امام ابن عبدالبرؒ نے اپنی کتاب ''جامع بیان العلم وفضلہ'' میں اور دیگر محدثین وفقہاء نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔ ہاں! البتہ جو علوم علم شرعی کے لیے وسائل کی حیثیت رکھتے ہیں، وہ اس فضیلت سے خارج نہیں؛ مثلاً علم نحو، علم صرف، علم بیان، علم بلاغت، علوم عربیہ وغیرہ؛ مگر علوم معاش اس میں داخل ہی نہیں۔

علوم کی ایک تقسیم حق وباطل کے اعتبار سے بھی ہے: ''علوم حقہ'' اور ''علوم باطلہ''۔ علوم حقہ مثلاً علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ وغیرہ؛ اور علوم باطلہ جیسے علم سحر، علم شعبدہ، علم نجوم وغیرہ۔

اسی طرح علم کی ایک تقسیم نفع اور ضرر کے اعتبار سے بھی ہے: ''علوم ضارہ'' اور ''علوم نافعہ''۔ ہر وہ علم جس کے ذریعہ باطل طریقہ یا باطل نیت وارادہ سے دنیا طلبی یا جاہ طلبی مقصود ہو، وہ علم ''علم ضار'' ہے۔ اور جس سے رضائے الٰہی کا قصد وارادہ اور شرعی طریقہ ہو اور اس پر عمل ہو تو ''علم نافع'' ہے۔

خلاصہ یہ کہ فضائل کا حامل وہی علم ہے جو حق ہو، شرعی ہو، نافع ہو اور جس پر عمل ہو۔

اب ذرا ہم اپنے معاشرہ علما اور طلبہ پر ایک اُچکتی نگاہ ڈالیں اور خود ہی فیصلہ کریں کہ اس وقت ہماری کیا کیفیت ہے؟ جاہ طلبی اور دنیا طلبی ہم پر مستولی ہو چکی ہے؛ اللہ ہمیں صحیح ہدایت دے اور دنیا وآخرت میں اپنی گرفت اور پکڑ سے محفوظ رکھے۔ آمین!

امام ابن القیم الجوزیؒ فرماتے ہیں: اگر بندے نے سب کچھ جان لیا اور ہر چیز کی معرفت حاصل کر لی، مگر اپنے پروردگار اور پالنہار کی معرفت نہیں حاصل کی، تو سب کچھ لا حاصل اور بے سود ہے۔ اور اگر اس کو دنیا کی ساری نعمتیں، لذتیں اور شہوتیں حاصل ہو جائے، مگر اللہ کی محبت اور اس کی ملاقات کا شوق اور اس کے دیدار کا جذبہ حاصل نہ ہو، تو یہ سب بھی بے فائدہ اور لایعنی ہے۔ گویا اسے عارضی لذتیں حاصل ہوگئی ہو اور دائمی لذتوں سے محروم اور نامراد ہوا۔ اللہ ہماری مکمل حفاظت فرمائے۔ آمین! (اغاثۃ اللفھان: ۱/۶۸)

مقصد ومنتہائے علم: علم کے حصول کا مقصد ہی اللہ کی عبادت کا صحیح شرعی طریقہ جاننا، پھر اس پر عمل کر کے حق وباطل کے درمیان تمیز کرتے ہوئے پوری زندگی خود بھی اور دوسروں کو بھی اللہ کی مرضیات کے راستہ پر لانے کی کوشش کرنا اور اس کے غضب وعقاب والے راستوں سے خود بھی اور دوسروں کو بھی روکنا۔ اللہ ہمیں علم کے مقصد کو سمجھنے کی اور پھر اسے اپنی زندگی میں صحیح معنی میں اُتارنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

امین مصریؒ فرماتے ہیں: علم کی شان یہ ہے کہ اس کے پاس ایمان نہ ہو تو ایمان اندر داخل ہوتا

ہے اور اس میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔ اور جب ایمان میں استحکام پیدا ہوتا ہے تو عمل پر بندہ آمادہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر علم پر عمل نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ علم بھی ناقص اور ایمان بھی کمزور ہے۔ بلکہ اللہ رب العزت نے ایسے لوگوں کی مذمت: ''مثل الذین حُمّل التوراۃ'' والی آیت کریمہ میں کی ہے اور بتایا کہ علم پر عمل نہ کرنے والے کی مثال، اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابیں لادی گئی ہوں۔ یعنی گدھے کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ گویا قرآن نے بے عملی پر ایسے شخص کو گدھے جیسے رذیل جانور سے تشبیہ دی۔ اگر غیرحمیت اور انسانی شرافت ہو تو آدمی اس سے عار اور سبق حاصل کر سکتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایسے شخص کے لیے جو علم پر عمل نہ کرے اور تحصیل علم کے زمانے میں دنیا کمانے کی نیت کرتا ہو تو ایسوں کے لیے سخت ترین وعید سنائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر کسی شخص نے علم دین کو اس لیے حاصل کرنے کا ارادہ کیا کہ اس کے ذریعہ دنیا کمائے گا تو ایسا شخص جنت کی خوشبو تک نہیں سونگھ سکے گا''۔ (مسند احمد مستدرک حاکم اقتضاء العلم العمل ر ۶۵)

یہ بڑی سخت وعید ہے۔ ہم طلبہ وعلماء کے معاشرے کو اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے اور اپنے علم کے ذریعہ آخرت کی فکر اور تیار کرنے کی نیت اور اس کے لیے کوشش کرنا ضروری ہے۔ اللہ ایسی سخت وعیدوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین!

علم کا مصدر وحیِ الٰہی: علم حقیقی صرف اور صرف وہی ہے جو وحی کی صورت میں انسانوں کی ہدایت کے لیے منجانب اللہ حضرت جبرئیل کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء پر نازل ہوا؛ جس کی تعلیم وتعلم کی اللہ نے ہمیں توفیق عطا فرمائی؛ باقی سب محض ظنیات ہیں۔ لہٰذا ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے اور خوب جد وجہد اور محنت سے حاصل کرنا چاہیے۔ اللہ ہمیں علم کے خاطر مر مٹنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

حصول علم کے وسائل: اللہ رب العزت نے چوں کہ انسان کو علم ہی کی وجہ سے امتیاز بخشا ہے، تو اس کو حصول علم کے ذرائع بھی عطا کیے، اللہ کا فرمان ہے: واللہ أخرجکم من بطون امھتکم لا تعلمون شیئا: اللہ نے تم کو اپنی ماؤں کے پیٹ سے اس حال میں پیدا کیا کہ کچھ بھی نہیں جانتے تھے، مگر تمہیں کان، آنکھ اور دل دیا، تاکہ تم شکر بجالاؤ۔ ایک جگہ پر ارشاد فرمایا: ''وہی ذات ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تمہیں کان، آنکھ اور دل دیئے؛ تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ اور ایک جگہ پر فرمایا: یقیناً کان، آنکھ دل، سب کے بارے میں (قیامت کے دن) باز پرس ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ اللہ رب العزت نے قوتِ سماع، قوت بینائی اور قوتِ ادراک وفہم اس لیے دیے ہیں، تا کہ اس کے ذریعہ علم حاصل کرے۔ گویا اسی مقصد کے لیے یہ تین عظیم نعمتیں دی گئیں اور قیامت کے دن اس پر باز پرس بھی ہوگی۔ مگر افسوس کہ آج مغرب نے انسان کی ان تینوں طاقتوں کو لہو ولعب اور محرمات شرعیہ میں صرف کرنے کے لیے ایسے آلات ایجاد کیے ہیں کہ جس میں منہمک ہوکر ہماری نوجوان نسل برباد ہوتی چلی جارہی ہے اور دنیا آخرت کی بربادی کا سامان اپنے ہاتھ سے مہیا کر رہی ہے۔ مثلاً قوتِ سماع کو قرآن اور اس کے علوم کی تحصیل کے لیے صرف ہونا تھا، مگر اس کی جگہ فحش گانے، قوالیاں، موسیقی اور کہانیوں کے لیے صرف ہورہے ہیں اور آنکھ فلموں اور میچوں اور گیموں کے دیکھنے میں؛ دل اللہ کے علاوہ غیر کی محبت میں۔ غرض ٹی وی، موبائل، ویڈیو، انٹرنیٹ کلبوں اور تھیٹروں نے ہمیں تباہ وبرباد کر کے رکھ دیا ہے۔ ہمارے طلبۂ مدارس بھی اس سے محفوظ نہیں رہ سکے: رات دن چوری چھپے موبائل میں وقت ضائع کرتے ہیں، یہ وقت نہیں بلکہ اپنی زندگی اور دنیا وآخرت ضائع اور برباد کر رہے ہیں!

(۴) **علم پر عمل نہ کرنا:** اس پر کچھ باتیں ذکر ہوچکیں اور مزید تفصیل خطیب بغدادیؒ کی کتاب اقتضاء العلم العمل اور امام ابن رجبؒ کی کتاب فضل علم السلف علی الخلف میں پڑھ سکتے ہیں۔ عنقریب اس کا ترجمہ شاہراہ کے اگلے کسی شمارے میں ان شاء اللہ شائع ہوگا۔

(۵) **جہدِ مسلسل کا فقدان:** محنت تو گویا ہمارے طلبہ کی طبیعت سے بالکل ختم ہوچکی ہے۔ مشکل سے ۱۵، ۲۰ رفیصد طلبہ کے علاوہ اکثر طلبہ محنت سے جی چراتے ہیں؛ جو بڑے دکھ کی بات ہے۔ طلبہ کی اس لاپرواہی کو دیکھتے ہوئے مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے کہا کہ آج کل مدارس میں جو طلبہ آتے ہیں ان کا حال یہ ہے: دخل حماراً صغیراً و رجع حماراً کبیراً یعنی صرف کھا پی کر بڑے ہوکر چلے جاتے ہیں اور کچھ نہیں۔ اللہ صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

(۶) **ادب کا فقدان:** ادب، سلیقہ، شائستگی تو دن بہ دن عنقا ہوتی چلی جارہی ہے۔ نہ استاذ کا ادب، نہ کتاب ومدرسہ کا ادب، نہ درسگاہ کا ادب اور نہ مسجد کا ادب۔ خال خال دس بیس فیصد طلبہ شاید ایسے مل جائیں گے جو باادب ہوں؛ ورنہ تو بے ادبی تو ایسی کہ اللہ کی پناہ!!! حالاں کہ ادب اور اخلاق تو طالب علم شرعی کے لیے لازمی عنصر کی حیثیت کے حامل ہے۔ اس کے بغیر تو کچھ آہی نہیں سکتا۔ تاریخ میں بے شمار مثالیں اس پر شاہد عدل ہیں۔ جس پر تفصیلی معلومات شاہراہ کے پچھلے کسی شمارے میں آچکی ہے۔

سنن، مستحبات اور فرائض سے فرار:

طلبہ کا حال اب دن بہ دن ابتر ہوتا جا رہا ہے، نہ فرائض کا اہتمام، یہاں تک کے پانچ فرض نمازیں بھی زور وزبردستی کر کے پڑھوانا پڑتا ہے۔ حالاں کہ ایک مؤمن کی زندگی نماز کے بغیر بیکار ہے اور طالب علم کے لیے تو نماز کا ترک' موت کے مترادف ہے۔ ہمارے اسلاف کا حال یہ تھا کہ طالب علمی کے دور میں نہ نماز جاتی تھی' نہ تہجد چھوٹتی تھی۔ بیس بیس سال تک تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوتی تھی۔ اللہ ہمیں صحیح ہدایت عطا فرمائے۔ آمین! نماز سے پہلے اور بعد کی نہ سنن مؤکدہ ادا کرتے ہیں اور نہ غیر مؤکدہ، نہ وضو اور نہ نماز کے مستحبات ومکروہات کا خیال کرتے ہیں، بلکہ بہت سے طلبہ تو وتر بھی ادا نہیں کرتے؛ کیا نمازوں کو ترک کرنے والوں کو بھی کہیں علم اور اس کا نور حاصل ہوتا ہے؟

(۷) **ضیاعِ وقت:** یہ تو اب ہمارے طلبہ اور معاشرہ کا طرۂ امتیاز ہو چکا ہے۔ راتوں کو دیر تک جاگنا، پھر نہ فجر پڑھنا اور اگر پڑھے بھی تو سوتے سوتے؛ نہ درسگاہ میں توجہ سے بیٹھنا، کھیل کود، سیر وسیاحت اور لغویات میں وقت ضائع کرتے رہتے ہیں۔ کیا ایسے وقت ضائع کرنے والوں کو بھی علمی استعداد پیدا ہو سکتی ہے؟

(۸) **اخلاقِ حمیدہ سے دوری:** اخلاق کے بارے میں تو پوچھئے ہی مت، اتنے رذیل اخلاق کہ جس کی کوئی حد نہیں، نہ راستے پر اخلاق سے چلنا، نہ درسگاہ میں اخلاق سے بیٹھنا، نہ اساتذہ کے ساتھ سے اخلاق سے پیش آنا اور نہ بڑوں کا احترام کرنا، سیٹیاں کسنا، تالیاں بجانا، چیخنا اور چلانا، ہنگامہ آرائی کرنا۔ یاد رکھو! بد اخلاقی بھی' علم کی تحصیل میں بڑی رکاوٹ ہے۔

(۹) **توجہ کا فقدان:** طلبہ اساتذہ کا سبق بھی توجہ سے نہیں سنتے۔ کوئی سوتا ہے، کوئی چپکے چپکے گیم کھیلتا ہے، کوئی اِدھر اُدھر جھانکتا ہے، کوئی اپنے خیالات کی دنیا میں گم ہوتا ہے، بے توجہ سے کیا کبھی کسی کو علم حاصل ہوا ہے؟

(۱۰) **حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی:** طلبہ نہ اساتذہ کے حقوق ادا کرتے ہیں، نہ اپنے ماتحتوں کے حقوق ادا کرتے ہیں۔ کسی کا قرض لے کر نہ دینا، کسی کی کوئی چیز چھپا دینا اور نہ لوٹانا، کسی کے پیسے دبا لینا، ناحق اپنے ساتھیوں سے مار پیٹ کرنا، یہ حقوق کی ادائیگی میں کوتاہیاں ہیں۔ کیا اس طرح لوگوں کو ستانے سے علم آجائے گا؟ (جاری ہے)